عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

ربیع الاول ۱۴۳۸ھ / دسمبر ۲۰۱۶ء

Reg No. P476

جلد: پنج دهم

شمارہ: 4

فہرست

عنوان	صاحبِ مضمون	صفحہ نمبر
۱۔ مرکزی حکومت اور سندھ کی صوبائی حکومت کی توجہ کے لئے	اداریہ	۱
۲۔ ترکی کا سفر (آخری قسط)	حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم	۳
۳۔ خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم	۸
۴۔ ملفوظاتِ شیخ (قسط۔۸۲)	ظہور الٰہی فاروقی صاحب	۹
۵۔ تُرک وفد کا پشاور کا دورہ	حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم	۱۴
۶۔ جنید جمشید کی شہادت	حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم	۱۵
۷۔ کائنات میں پہلا، نہ کے سَو میں پہلا	جناب گوہر رحمان نقشبندی فریدی صاحب	۱۷
۸۔ المظاہر: مولانا محمد امین اورکزئی شہید نمبر	حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم	۲۵
۹۔ انسان اور خطا	حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم	۲۷
۱۰۔ مغلیہ دور کا عجیب واقعہ	انتخاب: پروفیسر ڈاکٹر محمد طارق صاحب	۳۰
۱۱۔ سلسلے کی پشاور سے باہر سرگرمیاں	حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم	۳۱
۱۲۔ مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ	ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب	۳۳

فی شمارہ : -/20 روپے

سالانہ بدل اشتراک : -/250 روپے

ملنے کا پتہ : پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل : physiologist72@hotmail.com

zayadtariq@hotmail.com

ویب سائٹ : www.darwaish.org

بذریعہ موبائل رسالہ جاری کروانے اور پیسے بھجوانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں: 0313 979 2537

مرکزی حکومت اور سندھ کی صوبائی حکومت کی توجہ کے لئے

(اداریہ)

آج کا اسلام اخبار سامنے رکھا تو دو خبروں نے بہت متوجہ کیا۔ایک سندھ حکومت کا متنازعہ بل اور دوسری وزیراعظم کا اعلان جس میں قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبۂ فزکس کو مشہور قادیانی ڈاکٹرعبدالسلام کے نام سے موسوم کیا گیا۔

ہمارا رسالہ سیاسی امور کی بجائے اصلاحِ نفس اور فکرِ آخرت، اور دوزخ سے بچنے اور جنت میں جانے کی فکر پر ہے۔لیکن ان دونوں خبروں کا سیاست سے زیادہ آخرت کے ساتھ تعلق ہے۔ چنانچہ پہلے دور میں ایوب خان نے اپنی ڈکٹیٹرشپ کے زور سے عائلی قوانین نافذ کردیئے تھے جس کی کچھ شقیں واضح طور سے چاروں مذاہب کی ترتیب سے ٹکرا رہی تھیں۔ ہمارے بزرگ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایوب خان کی موت کے بعد فرمایا کہ ایوب خان خواب میں نظر آیا، کہہ رہا تھا عائلی قوانین کی وجہ سے آگ میں جل رہا ہوں۔ یہ تو رہی آخرت۔ دنیا میں بھی ان قوانین کے پاس کرنے کے بعد اس کی حیثیت گری یہاں تک کہ اسے حسرت وذلت کے ساتھ اقتدار چھوڑنا پڑا۔

جو اسمبلی بھی قرآن وحدیث کے واضح احکامات کے خلاف قانون پاس کرلے اس کے ووٹ دینے والے ممبر کافر ہو جاتے ہیں، ان کی بیویاں طلاق ہو جاتی ہیں اور اس حرکت کی وجہ سے وہ اسمبلی کی رکنیت کے اہل نہیں رہتے۔اس موقع پر اگر دینی جماعتوں نے بھرپور احتجاج کرکے اس کو نہ روکا تو یہ بھی اپنی حیثیت کھو بیٹھیں گے اور عوام کو یہ تأثر ہوگا کہ ان دینی پارٹیوں کے نزدیک جمہوریت

اور اقتدار سے چمٹے رہنا اسلام سے زیادہ محبوب ہے۔ اور اگر عوام نے احتجاج کا ساتھ نہ دیا تو یہ ملک کے بنیادی نظریے سے ہی غداری ہوگی اور ایسے لوگوں پر اللہ کا عذاب اس طرح آتا ہے جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے مغلوں سے حکومت چھین کر انگریزوں کے حوالے کر دی۔ (بعد کی خبروں میں یہ بات سامنے آئی کہ سندھ اسمبلی نے قانون کو واپس کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اللہ کرے یہ بات مکمل ہو جائے)

جہاں تک قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کو اعزاز دینے کا حق ہے تو اس سلسلے میں حدیث ہے کہ جب کسی فاسق کو اعزاز دیا جائے تو اس سے اللہ کا عرش کانپتا ہے، حالانکہ فاسق کافر نہیں صرف گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ جبکہ یہاں کافر نہیں زندیق کو اعزاز دیا جا رہا ہے۔ زندیق وہ کافر ہے جو خود کو مسلمان کہے۔ چنانچہ نبوت کے دعویدار مسیلمہ کذاب اور اس کے ماننے والوں کے خلاف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خلافت میں سب صحابہ کرامؓ نے متفقہ طور پر ان پر لشکر کشی کرنے کا فیصلہ کیا۔

اب فرمانرواؤں کی دینی معلومات اس قدر کمزور اور سطحی ہیں کہ اتنی واضح بات کو سمجھ نہیں پا رہے۔ ایسے لوگوں کی آخرت تو تباہ ہے ہی دنیا میں بھی ان کی رسوائی اور ذلت کا انجام سب لوگوں کو دیکھنا نصیب ہو جاتا ہے۔ اللہ کرے انھیں ندامت نصیب ہو جائے اور یہ لوگ پیچھے ہٹ جائیں اور دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچ جائیں۔

(صفحہ ۲۶ سے آگے)

چار محنتوں کے نتیجے میں نبوی فراست سے حصہ نصیب فرمایا ہو۔ حضرت نے پھر ہنگو کے ایسے علاقے میں کام کیا جس میں شیعہ سنی اختلاف بھٹی کی آگ کی طرح گرم تھا، اور اس کامیابی سے کیا کہ باید و شاید۔ اتنی بڑی کامیابی کی بنیاد یہ بات بنی کہ حضرت کی دینی وجاہت، اخلاص اور خدمت خلق نے ان کو عوام کے دلوں پر حکمرانی نصیب فرمائی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ طفیل صاحب کی مساعی کو شرفِ قبولیت نصیب فرما کر آخرت کا سرمایہ بنائے۔ (آمین)

(آخری قسط)

ترکی کا سفر

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

خانقاہی نظام کے مطالعہ کے لئے شیخ اسماعیل آغا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں حاضری ہوئی۔ یہ بزرگ عثمانی خلافت کے ایک دور میں ترکیہ کے شیخ الاسلام تھے۔ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تصوف کے سلسلے کے بلند پایہ شیخ بھی تھے۔ عثمانیوں کا یہ کمال تھا کہ ان کے اہم عہدوں پر عالم فاضل اور روحانی لحاظ سے کامل شخصیات ہوا کرتی تھیں۔ خانقاہ میں حاضری کے سلسلے میں میاں وقار صاحب نے ڈاکٹر عمر فاروق صاحب کے ذریعے ہمارا تعارف خانقاہ والوں سے کروادیا تھا۔ ڈاکٹر عمر فاروق صاحب آج کل صدر طیب اردوان کے مذہبی مشیر برائے مشرق وسطیٰ ہیں۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے پڑھے ہوئے ہیں۔ دورانِ تعلیم ان کا ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا جانا ہوا تھا اور سلسلے میں بیعت بھی ہو گئے تھے۔

خانقاہی نظام کے مشاہدے میں آسانی رہی کیونکہ جس محلے میں ہم مقیم تھے اسی محلے میں شیخ اسماعیل آغا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ تھی۔ یہ محلّہ ضلع فاتح کے علاقہ چارشنبہ میں تھا۔ خانقاہ کی مسجد بہت خوبصورت نفیس قالینوں سے سجی ہوئی تھی۔ نمازی مکمل ڈاڑھیوں والے، خوبصورت تُرک چُغے پہنے ہوئے اور سروں پر خوبصورت پگڑیاں باندھے ہوئے تھے۔ یہی لباس نوعمر لڑکے اور چھوٹے بچے بھی پہنتے۔ عورتیں مکمل پردہ میں ہوتی تھیں اور بہت کم باہر نکلتی تھیں۔ ترکوں کی مسجدوں میں مکمل خاموشی ہوتی ہے۔ اذان، نماز یا دینی بیانات کے علاوہ کوئی آواز سننے میں نہیں آتی۔ خانقاہ کے کمرے بہت نفیس، صاف ستھرے، غسل خانے (Toilets) ساری سہولیات سے آراستہ۔ استقبال کے لئے آدمی موجود تھا جس نے فوراً ہمیں کمروں میں پہنچا دیا۔ نماز کے بعد خانقاہ میں آئے ہوئے مقیمین اور اصلاح حاصل کرنے آئے ہوئے سالکین کے ساتھ کھانا کھایا۔ میاں وقار صاحب کا خیال تھا کہ خانقاہ میں ہی ہمارا

قیام ہو۔ بندہ نے سوچا کہ خانقاہ کے قیام کے لئے یا تو ہمیں اصلاحی مجالس میں شامل ہونا چاہئے یا ان کی طرف سے مجالس میں کوئی بیان کرنے کی اجازت مل جائے تو تب ٹھہریں گے۔ لیکن ہماری مصروفیات ایسی تھیں کہ یہ دونوں باتیں نہیں ہوسکتی تھیں اس لئے قیام میاں وقار صاحب کے گھر پر ہی کیا گیا۔

ہمارے قیام والے محلے میں ہی ایک چھوٹی سی مسجد اور اس کے ارد گرد رہائشی تعمیر تھی۔ اس پر لکھا ہوا تھا ''مثنوی خانہ''۔ مغرب کی نماز ہم نے وہاں پڑھی۔ امام صاحب اور مقامی لوگوں نے ہم اجنبی لوگوں کو دیکھا تو ان کو ہمارے کھانے پینے اور رہائش کی خدمت کی فکر ہوئی۔ اس وقت میاں وقار صاحب ساتھ نہیں تھے اس لئے ہم نے عربی کے ذریعے ان سے باتیں کیں۔ ان کو بتایا کہ ہماری مہمانداری کی فکر نہ کریں، ہم یہاں ایک دوست کے گھر پر مقیم ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں عرصہ دراز تک مولانا رومؒ کی مثنوی اصلاحی مجالس میں پڑھی جاتی تھی اور اس کی تشریح ہوتی تھی۔ مولانا رومؒ کے سلسلے کے کاملین کو ''مثنوی خوان'' کہتے تھے۔ ان لوگوں نے بتایا کہ کافی عرصے تک یہ جگہ مثنوی خانہ رہی ہے۔ پیچھے ایک قبر دکھائی کہ یہ ان بزرگوں کی ہے جو مثنوی خوان تھے اور کافی عرصہ تک اس مرکز میں رہ کر دین کا کام کرتے رہے۔

میاں وقار صاحب نے اپنے ادارے UNIW کے ذمے داروں کے ساتھ ایک مجلس مذاکرہ منعقد کروائی۔ اس میں پاکستان کے سینیٹر جناب طلحہ محمود صاحب بھی موجود تھے۔ ہماری پہلی دفعہ ہی ملاقات ہوئی۔ بہت شائستہ اور نفیس آدمی ہیں۔ شلوار قمیض اور شیروانی نما پاکستانی کوٹ میں ملبوس پاکستانی لباس اور ثقافت (Culture) کی خوبصورت نمائندگی کر رہے تھے۔ انھوں نے ادارے کے نائب سربراہ کو جناب حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اور دیگر علما کے لکھے گئے خطوط پیش کیے۔ جس میں علما نے ترکیہ کی حالیہ بغاوت پر افسوس کا اظہار کیا تھا اور اس بات کی یقین دہانی کروائی تھی کہ ترکیہ پر خدانخواستہ جب کبھی مشکل حالات آئیں تو پاکستان کے عوام ان کے ساتھ کھڑے ہونے کے لئے تیار ہیں۔

انہی دنوں وزیر اعلیٰ پنجاب جناب شہباز شریف بھی آگئے۔ انھوں نے سلطان سلیم کے نام سے تعمیر شدہ پُل کی افتتاح بھی کی۔ ڈاکٹر مشتاق صاحب نے اسرار کیا کہ وزیر اعلیٰ کی قیام گاہ پر جا کر ان سے ملاقات کرتے ہیں کیونکہ ترکیہ والوں نے پاکستان میں یوتھ کانفرنس کرنے کی کوشش کی لیکن جماعت اسلامی والے اس کا بندوبست نہ کر سکے۔ اگر شہباز شریف کے ذریعے سے طے ہو جائے کہ حکومت ہمارا ساتھ دے گی تو یہ ذمہ داری ہم لے سکتے ہیں۔ ملاقات کے لئے چلے گئے، پرسنل سیکرٹری کے ذریعے رابطہ کیا۔ سفارتخانے کا ایک افسر پشاور یونیورسٹی کا پڑھا ہوا تھا اس لئے مجھے جانتا تھا۔ پرسنل سیکرٹری نے غلطی سے ہمارا تعارف بطور جماعت اسلامی کروا دیا۔ شہباز شریف سے پہلے ان کے ساتھی آئے۔ ایک ایم این اے ساتھی بہت شائستگی اور تپاک سے بندہ سے ملے۔ دل سے ان کے لئے دعا ہوئی۔ ایک دوسرے آدمی نکلے، بندہ کو ان کی طرف کوئی کشش نہ کوئی، وہ بھی نہیں ملے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ رانا ثناء اللہ وزیر قانون پنجاب تھے۔ شہباز شریف آئے، ان کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ میاں وقار صاحب نے انھیں اپنے ادارے کی شیلڈ پیش کی۔ ان سیاسی ملاقاتوں میں میڈیا والے ہر جگہ تصاویر کھینچتے رہتے ہیں۔ بندہ کو اتنا ہی موقع ملا کہ شہباز شریف سے کہا کہ اس کانفرنس کے سلسلے میں آپ سے پاکستان میں ملیں گے۔ اس کی اُس نے حامی بھری۔

۲۸ر اگست کو ہمارے ساتھی ڈاکٹر مشتاق صاحب اور ڈاکٹر زیاد صاحب کا ویزا ختم ہو گیا لہٰذا ان کی واپسی ہو گئی۔ میں اور ڈاکٹر وقار صاحب رہ گئے۔ صدر طیب اردوان کے مذہبی مشیر برائے مشرق وسطیٰ جناب ڈاکٹر عمر فاروق صاحب شروع دن سے ہی کہہ رہے تھے کہ وہ ملاقات کی کوشش کریں گے۔ انہی دنوں ترکی نے شام میں اپنی فوج داخل کر لی اس لئے عمر فاروق صاحب بہت مصروف ہو گئے۔ بہر حال انھوں نے کوشش کر کے ہمارے قیام کے آخری دن ملاقات کے لئے وقت دیا۔ جامع سلطان سلیم میں شامی مہاجرین کے لئے انھوں نے ایک مدرسہ بنایا ہوا تھا۔ اسی مدرسے میں ان کے ساتھ ملاقات اور مغرب تا عشاء مدرسے میں میرا بیان طے ہوئے۔ ہم مسجد پہنچے، عمر فاروق صاحب سے

ملاقات ہوئی۔انھوں نے بتایا کہ پاکستان میں جب میں اپنے شیخ سے ملتا تھا تو وہ ایسے ہی ملتے تھے جیسے آپ ملے۔ بندہ نے اردو میں بیان کیا جس کا ترجمہ عمر فاروق صاحب عربی میں کرتے رہے۔ جہاں عربی عبارت یاد ہوتی تو بندہ عربی میں ہی بول لیتا تھا۔اس بیان سے دل خوش ہوا کیونکہ ایک علمی ماحول میں بیان کرنا نصیب ہوا۔

بیان کے بعد علما وطلبا نے گھیر لیا۔ان کا خیال ہوا کہ میں حدیث کا استاد ہوں اس لئے حدیث کی اجازت پر اسرار کرنے لگے۔ کچھ نے کہا کہ ہمیں فقہ حنفی کی اجازت دو۔ بندہ نے ان سے کہا کہ فقہ حنفی تو اجازت کی بجائے سیکھنے سے تعلق رکھتا ہے بلکہ ایک فقہ والوں کے لئے ضروری ہی نہیں کہ دوسرے فقہ پر عمل کریں۔ بندہ سلسلۂ تصوف کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ وہ تربیت اور تسلی کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ان میں ایک عالم پورے باشرع تھے،آخر کار بندہ نے کہا کہ مجھے اپنے شیخ کی طرف سے حدیثِ مسلسل بالمحبۃ کی اجازت حاصل ہے،اس کی اجازت میں ان کو دیتا ہوں، آپ میں سے جس کو یہ دینا چاہیں تو ان کی مرضی ہے۔عشاء کی نماز کے لئے ہم مسجد چلے گئے۔ وہاں سب طلبا نے گھیر لیا اور کہا کہ ہم سب دین کے طلبہ ہیں، زندگی وقف کی ہوئی ہے،اس لئے ہمیں بھی ضرور اجازت دیں گے۔ جب ذرا آواز بلند ہوئی تو ایک آدمی نے آکر ٹوکا کہ آواز نہیں ہونی چاہئے۔واقعی وہاں کی مساجد میں بہت سکون ہوتا ہے۔

آخر میں ڈاکٹر عمر فاروق صاحب نے بیعت ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بندہ نے کہا کہ اس کے لئے آپ کو پاکستان آنا پڑے گا۔ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ پاکستان کا معیار ترکی جیسا نہیں ہوگا اس لئے آپ کو سوکھی روٹی، سخت زندگی اور مجاہدے کی نیت کرنی ہوگی۔انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کے راستے میں مجاہدہ کرنے سے میں بالکل نہیں گھبراتا۔دوبارہ اسرار پر بندہ نے کہا کہ اس کے لئے آپ کو کل صبح کی نماز میں پہنچنا ہوگا۔کسی وجہ سے وہ نہ پہنچ سکے۔ بندہ نے وقار صاحب سے کہا کہ آپ سے جو ہفتہ وار مجلس ذکر قائم کرنے کا کہا ہے اس میں عمر فاروق صاحب آتے رہیں، ان شاء اللہ سلسلے کا فائدہ

ہوتا رہے گا۔

ایک عالم نے ایک پرانے کتب خانے (Library) کا معائنہ کروایا جس میں نایاب کتابیں تھیں۔ دل بہت خوش ہوا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اور مولانا ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اس میں موجود تھیں۔ تُرک علما حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ظفر احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اعلاء السنن'' کی بہت قدر کرتے ہیں۔ یہ لائبریری بھی کسی بزرگ کی خانقاہ تھی جو پرانے دور کے تراشے ہوئے پتھروں سے بہت ہی خوبصورت بنی ہوئی تھی۔

میاں وقار صاحب نے بتایا کہ یہاں ایک جگہ یوشع علیہ السلام کے مزار کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ وہاں حاضری ہوئی۔ یہ استنبول سے باہر ایک گھنٹے کی مسافت پر ایک دیہاتی علاقہ تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دیہاتی سڑکیں بھی بہت اعلیٰ معیار کی بنی ہوئی، کہیں ٹوٹ پھوٹ، گڑھے کا نام ونشان نہیں۔ قرآن مجید میں سورۃ کہف کی آیت نمبر ۶۰ میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کی خضر علیہ السلام سے ملاقات ''مجمع البحرین'' یعنی دو سمندروں کے جمع ہونے کی جگہ پر ہوئی۔ یہ جگہ واقعی مجمع البحرین ہے۔ اس کے ایک طرف باسفورس کا سمندر ہے جب کہ دوسری طرف بحیرۂ اسود ہے۔ خوب اچھی خوبصورت جگہ ہے۔ مزار کے پاس خوبصورت بازار، ہوٹل وغیرہ ہیں۔

سلطان محمد فاتح کے مزار اور مسجد کی زیارت کی اور ان کو ایصالِ ثواب کیا۔ یہی وہ عظیم شخصیت ہیں جنھوں نے استنبول فتح کر کے اس کا نام ''اسلامبول'' یعنی اسلام کی علامت رکھا، جسے بعد میں کمال نے مسلمانوں کی نشانیاں مٹانے کے لئے استنبول کر دیا۔ مختلف شہروں میں اور بھی مقدس مقامات تھے لیکن ہمارے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ حاضری کرتے۔

اطلاع

ان شاء اللہ آئندہ ماہانہ اجتماع ۱۸ فروری ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا۔

خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

خلیفہ غلام رسول صاحب حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت لاہوریؒ کے علاوہ کئی بزرگوں سے فیض حاصل کیا تھا۔ نقشبندیہ سلسلے کی خلافت حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی تھی۔ خلیفہ صاحبؒ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت لمبی عمر عطا فرمائی اور تقریباً ایک سو چار یا پانچ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک دیہاتی علاقہ لال ماڑہ میں مقیم تھے۔ دو، تین بار بندہ کی بھی حاضری ہوئی۔ ان کے گھر کی طرف کوئی سڑک نہیں تھی۔ کچی زمین پر بغیر سڑک کے گاڑیاں چلا کر لوگ وہاں پہنچتے تھے۔ واقعی

رند جو ظرف اٹھائیں وہی ساغر بن جائے
جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی میخانہ بن جائے

ستمبر ۲۰۰۵ء کا واقعہ ہے کہ میں انگلینڈ میں تھا۔ وہاں خلیفہ صاحبؒ کے بارے میں خواب دیکھا۔ صبح اٹھا تو خواب کی تعبیر یہی سمجھ آئی کہ خلیفہ صاحب کی وفات ہوگئی ہے۔ پاکستان پہنچنے پر اطلاع ملی کہ واقعی ان کی وفات ہوگئی تھی۔ ملائشیا سے ڈاکٹر مدثر صاحب نے پیغام بھیجا کہ خلیفہ صاحبؒ کی وفات کے گیارہ سال بعد مسلسل کئی ساتھیوں کو خواب میں آتے رہے کہ قبر میں پانی آرہا ہے، لہٰذا مجھے یہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے۔ یہ خواب گھر والے بھی دیکھتے رہے اور ان کے مرید بھی دیکھتے رہے۔ آخر قبر کشائی کا فیصلہ ہوا۔ قبر میں کفن سمیت صحیح سالم پائے گئے۔ بندہ نے ڈیرہ اسماعیل خان کے مریدوں سے رابطہ کیا۔ انھوں نے خلیفہ صاحبؒ کے خادمِ خاص عبدالحمید صاحب سے میری ٹیلیفون پر بات کروائی۔ عبدالحمید صاحب نے بتایا کہ انھوں نے خود حضرتؒ کے بدن مبارک کو قبر سے نکالا۔ پانی کی وجہ سے چاروں طرف سے قبر کی مٹی کفن پر گر گئی تھی جس سے کفن ذرا میلا ہو گیا تھا لیکن صحیح سالم تھا۔ بدن بھی بالکل صحیح سالم نرم حالت میں تھا۔ اس جگہ سے منتقل کر کے انھیں ان کی اپنی خانقاہ میں دفن کر دیا گیا۔

ملفوظاتِ شیخ۔ ڈاکٹر فدامحمد صاحب دامت برکاتہ (قسط۔۸۲)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب)

فتویٰ دیتے ہوئے مفتی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ آخری گنجائش دے تاکہ عمل کرنے والوں کو کوئی تنگی نہ آئے:

فرمایا کہ دین کو ایسی شکل میں پیش کریں جو کہ عملی ہوتا کہ انسانوں کو پتہ چلے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے ہمیں تکلیف نہیں ہوگی یا یہ ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔اس لئے فتویٰ دیتے ہوئے مفتی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ سہولت دے تاکہ عمل کرنے والوں کو کوئی تنگی نہ آئے۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط (اللہ نے دین میں تمہارے لئے تنگی نہیں رکھی ہے) اس سے مفتی کو ہدایت ہوتی ہے کہ وہ آدمی کو جو وسعت وآسانی اور گنجائش ہوسکتی ہے وہ پوری دے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا آدمی ہو جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی کا نام لیا کہ ان دونوں کے فتوؤں کے درمیان کا کوئی راستہ نکال کر دکھائے۔کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بہت سخت مسئلہ بیان کرتے ہیں اور دوسرے صحابی بہت نرم بیان کرتے ہیں۔ایسا ہو کہ حدودِ شریعت بھی نہ ٹوٹیں اور لوگوں کو آسانی بھی ملے۔

سلسلے کی دعا کی رسی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملتی ہے جس کو پکڑنے سے اللہ تعالیٰ مسائل حل کرتا ہے:

فرمایا کہ ہمارے ایک ساتھی بار بار دعا کرانے کے لئے آیا کرتے تھے۔بڑی حیثیت کے آدمی تھے، بڑے مقدمات میں پھنسے ہوئے تھے اور بڑی مالی مشکلات تھیں۔حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت زندہ تھے۔ہماری ان کے لئے دعائیں کرا کرا کر شامت ہوگئی لیکن ان کی پریشانی دور نہ ہوئی۔ایک دن ذہن میں بات آئی کہ ان سے پوچھوں کہ کہیں انھوں نے سودی قرضہ تو نہیں لیا

ہوا۔ پوچھا تو کہنے لگے ''ڈاکٹر صاحب یہ جو آج کل کاروبار کے لئے پیسے دیئے جاتے ہیں اس کو سود تو نہیں کہتے۔ وہ تو پرانے زمانے میں فاقے میں مبتلا غریب آدمی کو جو پیسے دئے جاتے تھے اور ان پر اضافہ لیا جاتا تھا اس کو سود کہتے ہیں۔ یہ تو کاروبار میں جو آدمی کما رہا ہے اس میں سے دیتا ہے''۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔ پوچھا یہ کہاں سے پڑھا ہے، کہا ڈپٹی نذیر احمد کی تفسیر پڑھی ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد ایک جج تھا اور عربی مدرسے کا طالبِ علم رہا ہوا تھا۔ چونکہ ذہین تھا اس لئے عربی کا ماہر تو ہو گیا تھا لیکن باقی حدیث، فقہ، تفسیر کی مدرسے میں تکمیل کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ مقدمات کے فیصلے کرتے کرتے صرف اپنی عربی کے زور پر اس نے ایک تفسیر بھی لکھ ماری اور اس میں یہ سود والی بات بھی لکھی تھی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ اتنے مقبول حضرات کی دعائیں اس آدمی کے لئے کیوں قبول نہیں ہو رہیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہی غلط ہے۔ یہ تو سود کو جائز سمجھتا ہے اور یہ عقیدۂ کفر ہے۔ اب یہ آدمی نماز بھی پڑھتا ہے، ذکر بھی کرتا ہے، بزرگوں کے پاس بھی آتا ہے، حج بھی کرتا ہے لیکن عقیدہ کفر یہ ہے تو یہ ھندو ستڑے خدائے ناراض والی بات ہو گئی یعنی ہندو تو اپنی عبادت کر کر کے تھک گیا اور خدا ناراض کا ناراض ہی رہا۔ دسمبر کے مہینے میں ہندو پنڈت صبح اٹھ کر ٹھنڈے پانی میں جا کر بیٹھتا ہے اور اپنے اوپر گڑوی (ایک برتن) سے پانی ڈالتا ہے۔ اسے اشنان کہتے ہیں، وہ اشنان نہ کرے تو اس سے کفر کی بدبو آتی ہے۔ ذرا ہندو کا پسینہ نکلے اور آپ پاس کھڑے ہوں تو بدبو آتی ہے۔ ہندوستان میں ہم مختلف جگہوں پر رہے اور ہندوؤں سے جو سابقہ پڑتا تو مجھے اندازہ ہو جاتا تھا کہ کون صحیح ہندو ہے اور کون گمراہ ہندو ہے اور اپنے عقیدوں کو چھوڑ چکا ہے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ میرے پاس جتنے ہندو طالبِ علم رہے ہیں صرف ایک صحیح ہندو آیا ہے جو کہ اب صوابی میں میڈیکل افسر ہے۔ اس سے بدبو آتی تھی باقیوں سے نہیں آتی تھی یعنی باقی کمیونسٹ ہندو تھے۔ واقعی اس کے پاس کھڑے ہوتے تو ایسی بدبو آتی جیسے مری ہوئی بلّی سے آتی ہے۔ پہلے دور کے لوگ تو بڑے صحت مند ہوتے تھے، صبح ٹھنڈے پانی سے نہاتے تھے۔ ہمارے باپ دادا نے ہمیں یہ قصے سنائے ہوئے ہیں اور خود ہم نے

لوگوں کو دیکھا بھی ہے کہ برفانی علاقے میں دسمبر، جنوری کے مہینے میں صبح ٹھنڈے پانی سے نہاتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ اب تو لوگ کمزور ہیں اب یہ پنڈت کیسے اشنان کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ اب یہ ایسے ہی گڑوی بھرتے ہیں اور اپنے پیچھے اور دائیں بائیں پانی پھینک رہے ہوتے ہیں اپنے اوپر نہیں ڈالتے۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی ریسرچ کر لی ہے۔

بات عقیدے کی ہو رہی تھی کہ ہمارے ساتھی کا عقیدہ ہی ٹھیک نہیں تھا۔ جمعہ کی نماز میں وہ آیا کرتے تھے۔ میں نے سود کے مسئلے پر جمعہ کی تقریریں کر کر کے آٹھ دس بار اس کو بیان کیا۔ لوگ بھی حیران تھے کہ اسے کیا ہوا کہیں اس پر کوئی جن تو طاری نہیں ہوا جو یہ چیخ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارا ایک ساتھی ڈوبا جا رہا ہے، حج کر کے، نماز پڑھ کے، ذکر کر کے ڈوبا جا رہا ہے، میں تو اس کے لئے شور مچا رہا ہوں کہ اس کا عقیدہ ٹوٹے، ہو سکتا ہے کوئی اور بھی سن لے۔ بالآخر ایک دن ان کو اپنی غلطی کا اندازہ ہوا اور اپنی بات چھوڑ دی۔ پھر اللہ کی شان کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک مسئلہ حل پھر دوسرا مسئلہ حل اور پھر سارے مسئلے حل ہوتے گئے۔

یہی صاحب ایک دن کہنے لگے کہ یہاں ایک درانی صاحب ہیں ان کے ہاں جو جاتے ہیں خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ ہم آپ کے اور حضرت مولانا صاحب کے ہاں جو آئے تو ہمارا کوئی فائدہ ہی نہ ہوا۔ میں نے کہا کہ چرس اور افیون کی دکانیں وہیں پھلتی پھولتی ہیں جہاں حرام تصوف ہے اور حرام مال ہو۔ وہ تو جوگیوں والا تصوف ہے نہ نماز پڑھو، نہ روزہ رکھو، بس رونا دھونا شروع ہو جائے اور آدمی کامل ہو گیا۔ ہمارے ہاں جو آتے ہیں ان کی کمائی اگر شرعی اصولوں کے مطابق نہیں تو اس میں کمی آئے گی۔ لہٰذا کوئی مال بڑھنے کے لئے اگر آتا ہو سلسلے میں تو وہ بیشک دروازے سے باہر ہی رہے، کوئی مسئلے حل ہونے کے لئے آتا ہے تو وہ دروازے سے باہر ہی رہے۔ جو دنیا کی نیت کر کے آتا ہو اس کے آنے کا فائدہ نہ اس کو ہے نہ ہمیں ہے۔ جو آخرت کے لئے آئے تو اس کی آخرت اگر بن گئی تو اس کے بنانے میں اللہ دنیا کو بھی بنا دے گا۔ لیکن جو دنیا اور دنیا کی کسی چیز کی نیت کر کے آئے اس سے بڑا بیوقوف اور

اس سے بڑا خسارے والا آدمی کوئی نہیں ہے۔ہم جب مولانا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو بس دعا کو ہی کافی سمجھتے تھے کہ اس سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ان حضرات کو کیا سفارشوں کی تکلیف میں ڈالنا۔تو جو سلسلے کی دعا ہے اس پر تو یقین نہیں ہے اور جو سلسلے کے دنیاداری وسائل ہیں ان سے ہم آس لگائے ہوئے ہیں تو کیا یہ توحید کی بنیاد ہوئی یا کہ شرک کی۔سلسلے کی دعا کی رسی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملتی ہے جس کو پکڑنے سے اللہ تعالیٰ مسائل حل کرتا ہے اور جس کے بارے میں کہا گیا: **من یؤمن باللّٰه فقد استمسک با العروۃ الوثقیٰ** یعنی اس نے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو ایمان لائے اللہ پر۔جس کے پکڑنے کے بعد کوئی گرنے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔تو اس کے بعد بھی آپ دنیا کی چیزوں سے آس لگائے بیٹھے ہوں تو حیرت ہے۔

کیا اللہ کی شان:

فرمایا کہ ایک پروفیسر کے ہاں ہم تبلیغی جماعت کے گشت پر گئے ، اندر سے ایک آدمی نکلا جیسے کہ راجکمار۔اس کے سلام کا طریقہ بھی ہاتھ جوڑ کر ہندوؤں کی طرح تھا۔میں نے ساتھیوں سے کہا کہ آپ خفا مت ہوں بس اس سے بات کر کے آجائیں۔اور اس سے پوچھا کہ انڈیا کے ٹی وی کے کون کون سے پروگرام دیکھتا ہے۔انھوں نے جو پوچھا تو سارے ان کے مذہبی پروگرام دیکھتا تھا۔اس بڑی عمر کے آدمی کو ان پروگراموں نے اپنے رنگ میں پوری طرح رنگا ہوا تھا، جن کے اثرات کی وجہ سے اس کا حال مکمل بدلا ہوا تھا۔

ایک دوسری دلچسپ بات آپ کو سناتا ہوں۔پروفیسر کالونی میں ہم گشت پر گئے، ایک آدمی کو باہر نکالا۔اسلام صاحب (ڈائیریکٹر پلاننگ، پشاور یونیورسٹی) نے اس سے بات کی۔آگے سے اس آدمی نے اسلام صاحب کو خوب سنائیں کہ تبلیغ کے لئے آئے ہیں...اسلام سکھانے آئے ہیں... **ستـــه دا مطلب دے چه زه کیبل پریگدم، ڈش پریگدم، انٹرنیٹ پریگدم؟** تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں کیبل چھوڑ دوں، ڈش چھوڑ دوں، انٹرنیٹ چھوڑ دوں! خوب اس نے باتیں سنائیں۔میں نے کہا:

"صاحبه! دا تا سره چه خبرے کئی ده پشاور یونیورسټئے پلاننګ ډائریکټر دے۔"
جناب جس نے آپ سے بات کی یہ اسلام صاحب پشاور یونیورسٹی کا پلاننگ ڈائیریکٹر ہے۔ ساتھیوں سے میں نے کہا کہ آپ چلے جائیں اس سے کُشتی کے لئے مجھے چھوڑ دیں۔ ساتھی چلے گئے تو میں نے کہا: "تا ته چا ویلے دی چه انټرنیټ پریګده، کیبل پریګده، ډش پریګده؟" ہم نے تو سادہ سی بات کی تھی کہ کامیابی کا ایک نسخہ ہے۔ اس کے بارے میں مسجد میں بات کریں گے، آپ آجائیں۔ بہرحال اس نے بڑا دل جلایا تو ہم نے اس کے لئے بڑی بددعا کی کہ خدایا داسے ګیر کے چه اخپله راشی، زمنګ اخپو کی ناست ئی۔ اللہ تمہیں ایسا گھیرے میں لے کہ تُو آ کر خود ہمارے قدموں میں بیٹھ جائے۔ چند دن بعد ایک آدمی آیا، بڑا باشرع، بڑے ادب سے آکر بیٹھا مجلس میں اور اس نے کہا کہ میں شبیر کا کاخیل صاحب سے بیعت ہوں اور آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ فوج میں کپتان ہوں۔ پوچھا کہاں کے ہو؟ کہا پروفیسر کالونی کا ہوں۔ میں نے کہا اس طرف جو فلاں مکان ہے وہ تو آپ کا گھر نہیں ہے؟ کہا وہی گھر ہے۔ میں نے کہا شکر ہے بددعا ہماری لگ گئی ہے کہ ایک آدمی گھر میں سے نکل آیا ہے۔ کچھ دن بعد پھر آیا کہ جی میرا نکاح ہو رہا ہے تو والد صاحب کہتے ہیں کہ نکاح اگر ڈاکٹر فدا صاحب پڑھ لیں تو اچھا ہو۔ میں نے کہا والد صاحب سے کہو کہ آئے گا گھر پر نکاح پڑھنے ان شاء اللہ۔ تو اللہ پاک نے آخر آپ کو بھی گھیرا ہمارے سامنے۔ جب میں ان کے گھر گیا تو اس کا والد صاحب بھی بڑا باادب ہو گیا تھا۔ کیا اللہ کی شان ہے۔ (جاری ھے)

ھماری ثقافت کے زر و گوھر

اگرد ور باشی زفسق و فجور نباشی ز گلزار فردوس دور

(کریما از شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

اگر تو گناہوں سے ہو دور دور تو جنت کے باغوں سے ہوگا نہ دور

(منظوم ترجمہ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

ترُک وفد کا پشاور کا دورہ

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

بندہ کا اگست کے مہینے میں ترُکی کا سفر ہوا۔ اس کے نتیجے میں ترُک تنظیم Union of NGOs of Islamic World کے وفد کا پاکستان کا دورہ ہوا۔ وفد میں محمد شریف سریکایا (صدر یوتھ ونگ)، محمد کسار (کوآرڈینیٹر یوتھ ونگ) اور میاں وقار بادشاہ صاحب (پراجیکٹ کوآرڈینیٹر UNIW) شامل تھے۔ ثاقب وزیر صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ اور ڈاکٹر وقار صاحب نے ان کا استقبال کیا۔ ان کی رہائش کا بندوبست بندہ کے مہربان سینیٹر اورنگزیب اورکزئی صاحب کے مکان بنی گالہ میں کیا گیا۔ آرام کے بعد وفد کو اسلام آباد میں بندہ کے مریدوں کی این جی او ''شونیزیہ'' کے دفتر کا دورہ کروایا گیا، پھر مشہور عالم مفتی عدنان کا کاخیل صاحب سے ملاقات کروائی گئی۔ شام کو عبدالرشید ترابی صاحب کے ہاں دعوت تھی۔ اس میں وزیراعظم آزاد کشمیر نے بھی شامل ہونا تھا لیکن کسی وجہ سے ان کی شمولیت نہ ہوسکی۔ اس دعوت میں عبداللہ اُرحان صاحب سے ملاقات اور مذاکرات ہوئے جو پاکستان میں ترکی کی ''معارف فاؤنڈیشن'' کے چیئرمین ہیں۔ دوسرے دن جناب شبیر کاکاخیل صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی چیف انجینئر اٹامک انرجی کمیشن کے ہاں دعوت تھی۔ موصوف تصوف کے سلاسل کے شیخ بھی ہیں۔ ان کی مجلس میں بھی شمولیت ہوئی۔ اس کے بعد وفد پشاور آگیا۔ پشاور میں ایک خطاب وکلا کی بار ایسوسی ایشن میں ہوا جبکہ ایک بہت پُراثر پروگرام خیبر میڈیکل کالج پشاور کے ہال میں ہوا جس کی صدارت پرنسپل صاحب خیبر میڈیکل کالج پشاور نے کی۔ بندہ کا خطاب ہوا جو عثمانیوں کے عظیم کارناموں، جہادی سرگرمیوں اور ان کی محبتِ رسول ﷺ کے بارے میں تھا۔ مجمع کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ اتوار کے دن صبح سینیٹر اورنگزیب اورکزئی صاحب کے ہاں ناشتے کی دعوت تھی، اس کے بعد MPA عارف یوسف صاحب سے ملاقات ہوئی، دوپہر کا کھانا رحیم اللہ یوسف زئی صاحب کے ہاں ہوا۔ مغرب کے بعد وفد نے بندہ کی مجلس ذکر میں شمولیت کی۔ کھانے کی آخری دعوت بندہ کی خانقاہ میں ہوئی۔ اس کے بعد وفد کی اسلام آباد ہوائی اڈے واپسی ہوئی۔

جنید جمشید کی شہادت

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

جنید جمشید صاحب کی شہادت نے پوری دنیا میں پاکستانی اور اردو بولنے والے مسلمانوں کو ہلا کے اور رلا کے رکھ دیا۔ پہلے تو عام پاکستانی ان کے گانوں کے رسیا بنے۔ جب اللہ نے ان کی زندگی میں عظیم تبدیلی پیدا فرمائی تو وہی طبقہ اور ساتھ دیندار طبقہ ان کی سریلی نعتوں کا عاشق ہوا۔ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ العالی جنید جمشید کی تبلیغی جماعت میں شمولیت کا ذریعہ بنے۔ کوثر حیات پشاور یونیورسٹی کے دکاندار طارق جمیل صاحب کے تبلیغی جماعت میں وصول ہونے کا ذریعہ بنے۔ اللہ کے فضل سے کوثر حیات کے اس طرف متوجہ ہونے کا ذریعہ ہم بنے۔

بندہ کے خلیفہ ثاقب علی خان طاہر خیلی مقیم امریکہ نے ایک دفعہ ۲۰۰۶ء میں بندہ کو ایک خواب سنایا جس میں جنید جمشید کو دیکھا تھا۔ بندہ نے بتایا کہ خواب کی تعبیر یہ ہے کہ جنید جمشید کو ہمارے سلسلے کا فیض ہوگا۔ کیسے ہوگا؟ اللہ کو معلوم ہے۔ اللہ کی شان انہی دنوں جنید جمشید تبلیغی جماعت کے ساتھ ہماری مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں آ گئے۔ بہت لوگوں کی آمدورفت سے بچنے کے لئے انہیں ثاقب صاحب کے کمرے میں جگہ دی جو ان دنوں ہمارے پاس ہی مقیم تھے۔ ثاقب صاحب نے انہیں ہمارے ماہنامہ غزالی کی ایک کاپی دی۔ انھوں نے ثاقب صاحب سے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز کروں جو کسی اور نے نہ کی ہو۔'' جواب میں ثاقب صاحب نے کہا: ''اصل چیز جدت نہیں، قبولیت ہے۔'' بندہ نے ساتھیوں سے کہا کہ جنید جمشید صاحب نعت تو بہت اعلیٰ پڑھتے ہیں لیکن طرز پر تھوڑا سا اثر گانوں کا ہے۔ اگر ہمارے سلسلے کی نعتیں انھیں مل جائیں تو نعت پڑھنے کا چشتیہ طریقہ ان کے سامنے آ جائے گا۔ اس پر ثاقب صاحب نے انھیں قصیدہ بردہ دیا اور اس کے فضائل و برکات بتائے۔ اس کے بعد انھوں نے وہ قصیدہ پڑھا جس کے بعد انھیں قبولیت حاصل ہوئی۔

پشتو کی نعت جوانھوں نے پڑھی ہے "ملنگ دے وے، فقیر دے وے، کچکول می گرزہ ولے، کوسو دہ مصطفیٰ کی می خیرونہ ٹولہ ولے" وہ بھی ہمارے سلسلے کے نعت خوان حاجی نصراللہ جان مرحوم کی نعت ہے جوانھوں نے خود لکھی ہے اور خود ترنم سے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور پھر ہماری مجلس میں پڑھا کرتے تھے۔

ایک وہ بھی دن آیا جب بیان میں جنید صاحب کی زبان سے غلط فہمی میں ایک بات نکل گئی جسے بریلوی طبقے نے خوب اچھالا اور ان کے خلاف فضا بنائی۔ موت پر ان کی مقبولیت اور جنازے نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ غلط فہمی اور کم علمی کی فروگزاشتیں اللہ تعالیٰ نے معاف کی ہوئی ہوتی ہیں۔ اللہ ان کا اعلیٰ علیین میں داخلہ فرمائے اور درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

(صفحہ نمبر ۴۴ سے آگے) دجال کا خروج نہیں ہوا، آپ نے تو احادیثِ رسول کی رو سے اِن دو اہم امور (ظہورِ مہدی اور خروجِ دجال) کے بعد تشریف لانا تھا!'' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''محمد علی جالندھری! جب تم میری حیات (لوگوں کے روکنے کے باعث) بیان نہیں کرتے تو میں خود اپنی حیات کی دلیل بن کر نہ آؤں تو کیا کروں؟'' اس پر مولانا محمد علی جالندھریؒ فرماتے ہیں کہ میں جاگ گیا۔ رات بھر ذکر و فکر میں گزار دی اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ جان جاتی ہے تو جائے مگر میں صبح حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر تقریر ضرور کروں گا۔ چنانچہ صبح نماز کے بعد مسجد میں اعلان کیا: ''مسلمانوں! تم نے میری تقریر مسجد میں نہیں ہونے دی، اب میں اپنی ذمہ داری پر گاؤں کے چوک میں تقریر کرنے لگا ہوں، جو سننا چاہیں آجائیں۔'' میں نے جا کر تقریر شروع کر دی، آہستہ آہستہ لوگ آنا شروع ہو گئے، ابتدائے تقریر میں ایک آدمی نے اجتماع میں آ کر عصا زمین پر گاڑھ کر کہا: ''مولانا! آپ تقریر کریں، آپ کو کوئی نہیں روک سکتا، میں دیکھتا ہوں کہ کون آتا ہے۔'' تقریر کے بعد وہ آدمی چلا گیا، نہ معلوم کون تھا، کہاں سے آیا تھا۔ آج تک یہ راز ہے۔ میں نے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر گھنٹوں جی بھر کر تقریر کی۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ میری تقریر کو روک سکے۔ تقریر کے بعد سائیکل لے کر اس گاؤں سے بخیر و خوبی روانہ ہو گیا۔

کائنات میں پہلا، نہ کہ سَو میں پہلا

(جناب گوہر رحمان نقشبندی فریدی صاحب ''فقیر بابا جی'' ایڈووکیٹ)

کچھ عرصہ سے روزانہ تو نہیں لیکن کبھی کبھار ایک پوسٹ ایس ایم ایس اور واٹس ایپ وغیرہ پر پڑھنے کو ملتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک عیسائی مصنف نے دنیا کی سو بڑی شخصیتوں کی ایک فہرست بنائی ہے اور اس میں فخر موجودات، سرور کائنات حبیب اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سر فہرست ہیں۔ اکثر لوگوں کو اس فہرست پر خوشی خوشی اپنی رائے کا اظہار کرتے پایا جاتا ہے۔ جب دو چار مرتبہ یہ پوسٹ زیر بصارت آئی تو قلب سے صدا آئی کہ یہ کون ایسا احمق عیسائی مصنف ہے جو میرے محبوب ﷺ کو اپنی نوک قلم سے بقائمی ہوش وحواسِ خمسہ اور بلا جبر واکراہ غیرے دنیا کے صف اول کے منتخب کردہ ایک صد اشخاص میں سے سر فہرست قرار دیتا ہے، لیکن تعجب کی بات ہے کہ اس کے باوجود اپنی عیسائیت کے تنگ وتاریک پنجرے سے نہیں نکلتا۔ چنانچہ مصنف کو پڑھنا شروع کیا کہ معلوم ہو کہ اس انتخاب کی وجہ کیا ہے؟ پہلے اس کتاب کے کچھ اقتباسات یہاں نقل کرتا ہوں تا کہ بات سمجھنے میں آسانی بھی ہو اور کوئی اس کو دشنام طرازی بھی تصور نہ کرے۔

یہ کتاب پہلی مرتبہ سال ۱۹۷۸ء میں شائع کی گئی تھی۔ ۱۹۹۲ء میں لکھی گئی کتاب اس کی دوسری طباعت ہے اور اس طباعت کے پیش لفظ میں مصنف لکھتا ہے:

One of the most difficult (and interesting) tasks involved in writing *"The 100"* was evaluating the relative importance of various political leaders.

(اس کتاب سو بڑے اشخاص کے لکھنے میں مشکل مرحلہ یہ رہا کہ ان ایک سو اشخاص کی درجہ بندی کے لئے متعدد سیاسی رہنماؤں کی اہمیت کا اندازہ لگانا تھا)

اس بات سے با آسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے کے پیچھے جو وجہ کارفرما تھی، وہ سیاسی قد و کاٹھ والے معروف اشخاص کی درجہ بندی کرنی تھی اور پھر اسی حیث میں عوام کے سامنے انہیں پیش کرنا تھا۔

اس کتاب کے تعارفی صفحہ ۲۷ پر لکھتا ہے:

I must emphasise that this is a list of the *most influential* persons in hitory, not a list of the greatest. For example, there is room in my list for an enormously influential, wicked, and heartless man like Stalin, but no place at all for the saintly Mother Cabrini.

(میں پوری شدت سے کہتا ہوں کہ یہ فہرست ان لوگوں پر مشتمل نہیں ہے جو سب سے زیادہ عظیم ہیں بلکہ وہ جو تاریخی طور پر سب سے زیادہ با اثر رہے ہیں۔مثال کے طور میری اس فہرست میں انتہائی با اثر، چالاک اور بے رحم آدمی سٹالن کے لئے تو گنجائش موجود ہے لیکن مذہبی حوالہ سے عیسائی مذہب کی مدر کبرینی کے لئے کوئی گنجائش نہیں)

مصنف نے اپنی ترجیحات کا اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''میں نے اس فہرست کے مرتب کرنے میں صرف حقیقی اشخاص کا انتخاب کیا ہے اور افسانوی اشخاص کو ذکر کرنے کے لائق نہیں سمجھا ہے، جیسے (حضرت) لقمان (علیہ السلام) جو کہ ''لقمان کی کہانیوں'' کے مشہور خیالی مصنف ہیں، کو بھی درخور اعتنا نہیں جانا ہے۔''

حالانکہ حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ. (لقمان: ۱۲) (اور بیشک ہم نے لقمانؑ کو حکمت عطا کی) لیکن اس عیسائی مصنف کی احمقانہ رائے میں اس صف میں شامل کرنے کیلئے غیر معیاری قرار دئے جا چکے ہیں۔

The first rule is that only *real* persons are eligible for consideration...

...How about Aesop, the putative author of the famous *Aesop's Fables*?

اس کے علاوہ اس کتاب میں مصنف نے ہٹلر جیسے شخص کو بھی شامل کیا ہے جو دوسری جنگ عظیم کا کرتا دھرتا تھا اور جب اپنی شکست کا یقین ہونے لگا تو زیرِ زمین خندق میں ڈر کے مارے ۵۶ سال کی عمر میں خودکشی کرکے حرام موت مر چکا۔ اس سے متعلق مصنف نے لکھا ہے:

...thus, an evil genius such as Hitler meets the criteria for inclusion.

مصنف کا مذہبی متعصّبانہ رویے کا اندازہ اس کے اپنے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے:

...my ranking Muhammad (s.a.w) higher than Jesus, (is) in large part because of my belief that Muhammad (s.a.w) had a much greater personal influence on the formulation of the moslim religion than Jesus had on the formulation of Christian religion. This does not imply, of course, that Muhammad (s.a.w) was a *greater* man than Jesus.

(درجہ بندی میں (حضرت) محمد (ﷺ) کو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے اونچا رکھنے کی یہ وجہ ہرگز نہیں کہ حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے زیادہ افضل تھے بلکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) نے مذہب اسلام کے تشکیل میں جتنی محنت سے کردار ادا کیا ہے، اس قدر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے نہیں کی جو عیسائیت کے پرچار کے لئے درکار تھی، جبکہ یہ آپؑ کی ذمہ داری تھی)

مصنف آپ ﷺ کو صرف بحیثیت ایک سیاسی رہنما کے تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

...Muhammad (s.a.w) founded and promulgated one of the world's great religions, and became an immensely effective political leader.

(حضرت محمد ﷺ نے دنیا کے عظیم مذاہب میں سے ایک مذہب کی بنیاد رکھ کر اس کو نافذ بھی کیا۔ اور ذاتی حیثیت سے ایک متاثر کن سیاسی رہنما کا مقام حاصل کرلیا)

اس کتاب میں مصنف نے فرضی تصاویر بھی بنوا کے دی ہیں جن میں مسلمان مجاہدین کو حضور نبی کریم ﷺ کے زیر قیادت پے در پے فتوحات حاصل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ ساتھ یہ بھی تحریر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور مسعود میں مسلمان مجاہدین نے جس قدر کامیابی حاصل کر کے روئے زمین پر اپنی اسلامی سلطنت قائم کی تھی، اس کے ایک سو سال گزرنے تک وہ اس کو قائم نہ رکھ سکے اور اس میں سے نصف حصہ کے برابر ان سے واپس چلا گیا۔

کاش کہ وہ (مصنف) یہ بھی ساتھ لکھتا کہ یہ علاقے عرب کے تسلط سے اس لئے جا نکلے کہ مسلمانوں کی عبادات، اخلاق، طور طریقے، معاشرت، معاملات، نشست و برخاست اور شب و روز وہ نہیں رہے جو انہوں نے شمع رسالت کی جگمگاہٹ میں سیکھ لئے تھے۔ جوں جوں وہ اس شمعِ فروزاں سے دور جاتے رہے، توں توں ان کی راہوں میں ظلمت کدے بنتے رہے اور اپنے راستے سے بھٹکتے رہے، نتیجہ کے طور ان کا ان اندھے کنوؤں میں گر جانا مقدر بنتا گیا۔

کتاب میں درجہ بندی دیکھتے ہوئے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد ایک غیر مسلم سائنسدان آئزک نیوٹن کو رکھا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے بعد تیسرے نمبر پر درج کیا ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فوقیت دیتے ہوئے لکھا ہے:

...Muhammad (s.a.w) has been ranked higher than Jesus. There are two principal reasons for that decision. First, Muhammad (s.a.w) played a far more important role in the development of Islam than Jesus did in the developmnet of christianty. Although Jesus was responsible for the main ethical and moral precepts of christianity, it was Saint Paul who was the main developer of christian theology, its principal proselytizer, and the author of a large portion of the new testament.

(حضرت محمد ﷺ کو ترتیب درجہ بندی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے درج کیا ہے۔اس کی دو بڑی اصولی توجیہات ہیں۔پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مذہب عیسائیت کی ترقی، ترویج اور نشرواشاعت کے لئے جس قدر محنت کی تھی اس سے کہیں زیادہ حضرت محمد ﷺ نے مذہب اسلام کی ترقی میں اپنا کردار ادا کیا۔اگرچہ عیسائیت کے بڑے بڑے اخلاقی اور مذہبی اصول دینے کی ذمہ داری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوری کی، لیکن دراصل سینٹ پال نے ایک علمبردار کی حیثیت سے عیسائیت کے مرتب کرنے، اس کی نشرواشاعت اور عہدنامہ جدید کا ایک بڑا حصہ لکھنے کا کام کیا)

اس کتاب میں قرآن کریم کو (نعوذ باللہ من ذٰلک) نبی کریم ﷺ کا کلام کہا گیا ہے۔

Moreover, he is the author of the muslim holy scriptures, the Quran, a collection of Muhammad's (s.a.w) statements that he belived had been divinely inspired.

(مزید برآں آپ (ﷺ) مسلمانوں کے مقدس صحیفوں یعنی قرآن کے مصنف ہیں جو کہ حضرت محمد (ﷺ) کے اپنے فرامین ہیں، (نعوذ باللہ من ذٰلک) جو کہ آپ (ﷺ) کے کہنے کے مطابق یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں)

من حیث المسلم میرا عقیدہ یہ ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ (البقرۃ:۲۸۵)

(سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے)

اس سے مطلب یہ ہے کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے خاتم النبیین والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جتنے انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں دعوت الی اللہ

کے مقصد کے لئے مبعوث فرمائے ہیں، وہ سب حق ہیں۔اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے صحیفوں سے لے کر تا تکمیل نزول قرآن کریم جتنے صحائف اور کتابیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل فرمائے ہیں، وہ بھی سب حق اور سچ ہیں۔اب کوئی بتا سکتا ہے کہ اس عیسائی مصنف کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام میں اس طرح بے رونق درجہ بندی کرے۔

البتہ فضیلت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے درجہ بندی فرمائی، لیکن افضل الانبیاء حضرت محمد احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرۃ:۲۵۳)

(یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے درجات میں سب سے بلند فرمایا)

حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک شخصیت کو مائیکل ہارٹ (Michael H. Hart) نے آپ ﷺ کے صرف سیاسی قد مبارک کو دیکھ کر اول درجہ پر رکھا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں لیکن بلندی کا فاصلہ ناپتے ہوئے اگر کوئی آسمان کے ساتھ زمین کا موازنہ کرے تو وہ نرا احمق ہی سمجھا جائے گا۔ مائیکل ہارٹ کی اس درجہ بندی کو کوئی جس نظر سے بھی دیکھے لیکن احقر کے سوچ کے مطابق یہ اس کی بیوقوفی کا مظہر ہے۔پھر اس کی اپنی تحریر، جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباسات سے عیاں ہے، اس بات پر شاہد ہیں کہ اول درجہ میں رکھنے کی وجہ اس کا حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ماننے کی وجہ سے نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے دین اسلام کی تشکیل اور دعوت و تبلیغ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مجاہدے سے کام لیا تھا۔یہاں ایک عجیب بات یہ بھی نظر آتی ہے کہ مصنف کے دل میں اس کے اپنے عقیدے کے مطابق اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی کچھ زیادہ احترام نہیں، حالانکہ ایمان کا تقاضا اور ہمارا ایمان بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے زمانہ میں جس جس نبی کو اپنی قوم کی رشد وہدایت کے لئے مبعوث فرمایا، سبھی نے اپنی اپنی ذمہ داری بطریق احسن نبھائی ہے اور اس میں کسی

شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔

اس کتاب میں مصنف نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پندرہویں (۱۵) نمبر پر درج کیا ہے۔
یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کتاب میں مصنف نے دنیا جہاں ان غیر مسلم لوگوں کے نام ذکر کئے ہیں جو یا تو سیاحت کے حوالہ سے یا کوئی سائنسی تجربہ یا جبر وظلم اور استبداد یا نظامِ حکومت کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر نیوٹن، ارسطو، جارج واشنگٹن، کارل مارکس، نپولین بونا پارٹ، اشوکا، واسکوڈے گاما، ماؤزے تنگ وغیرہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام بخشا۔ اگرچہ صفت نبوت میں جملہ انبیاء کرام علیہم السلام یکساں ہیں، بعض انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کمالات اور خصوصیات عطا فرمائی ہیں کہ وہ باقی انبیاء کرام سے افضل ٹھہرے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پندرہویں نمبر پر درج کیا ہے۔ آپ علیہ السلام سے پہلے کنفیوشس، سینٹ پال، ارسطو، کولمبس، آئن سٹائن جیسے نجس لوگوں کو فوقیت دے کر اپنی ذہنی غلاظت کا ثبوت دیا ہے۔

میرے نبی تو وہ شان والے نبی ہیں کہ ایک رات میں مکہ مکرمہ سے سفر شروع کر کے مدینہ منورہ اور مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے سفر معراج پر مہمانی کا اعزاز حاصل کر کے واپس نزول فرمایا۔ میرے نبی تو اس مقام والے ہیں جن کی فرقت میں لکڑی کا تنا باران اشک بہارہا ہے۔ میرے نبی تو وہ محترم ہیں جن کو شجر وحجر سلام کرتے ہیں، جن کی موجودگی میں گھر کی بکری بھی اچھل کود بند کر کے باادب خاموش کھڑی رہتی ہے۔ سورج کے ساتھ جگنو کا کیا تقابلی جوڑ بن سکتا ہے کہ کوئی ان کے مابین درجہ بندی کرے۔ یہ ہمارا ایمان ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سب جن وانس سے افضل ہیں اور جناب محمد الرسول اللہ ﷺ افضل الانبیاء ہیں۔ نبوت کے بعد درجہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور افضل من الصحابہ خلفاء راشدین المہدیین ہیں۔ ان کے بعد تابعین، تبع تابعین علیٰ ہٰذا القیاس اور سب مسلمانوں کے آخر میں فقیر گنہگار۔ لیکن جن لوگوں کا موازناتی مطالعہ اور درجہ بندی اس عیسائی مصنف نے کی ہے،

الحمدللہ ان لوگوں کا موازنہ تو مجھ جیسے پُرتقصیر کلمہ گو کے ساتھ بھی ممکن نہیں چہ جائے کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یا بالخصوص سرور کونین خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے ساتھ۔ کیونکہ احقر کا کچھ بھی قابل ذکر عمل نہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلمہ توحید سے مزین فرما کر اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی امت میں شامل فرمایا ہے تو کیا یہ کوئی کم انعام ہے؟

اگر ہم (العیاذ باللہ) اس تقابلی جائزہ کو یہ سمجھ کر صحیح مان بھی لیں اور اس پر عش عش کر اٹھیں کہ واہ جی دیکھیں نا ایک عیسائی مصنف نے بھی میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کے صف اول کے اشخاص میں سب سے اول مان لیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے (نعوذ باللہ من ذٰلک) اس فہرست کے مطابق آئزک نیوٹن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر مان لیا۔ اسی طرح پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کنفیوشس، سینٹ پال، کولمبس، آئن سٹائن اور گیلیلیو وغیرہ کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہتر سمجھنے کا اقرار کریں گے اور اس نجس مصنف نے جو حضرت لقمان علیہ السلام، جن کو اللہ تعالیٰ نے حکمت کے خزانے جو کہ بہترین قسم کے خزانے ہیں، وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا یعنی جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی، عطا فرمائے تھے، ان کو افسانوی اور تخیلاتی شخص کہا ہے تو پھر وہ بھی ہم نادانستہ طور پر درست مانیں گے۔ میرے آقا کریم ﷺ تو کائنات میں پہلے ہیں۔ اگر میرے محبوب ﷺ کی ذات بابرکات دنیا میں تشریف آوری نہ فرماتی تو یہ دنیا پیدا ہی نہ کی جاتی۔

ہر ابتدا سے پہلے ہر انتہا کے بعد

ذاتِ نبیؐ بلند ہے ذاتِ خدا کے بعد

آپ سب مسلمان بہن بھائیوں اور بیٹے بیٹیوں سے گزارش ہے کہ اس قسم کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں اور ان باتوں کو نہ شیئر کریں، نہ ان پر کان دھریں اور نہ ہی ان پر کمنٹس کریں۔

"اَللّٰھُمَّ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ"

☆☆☆☆☆

المظاہر مولانا محمدامین اورکزئی شہید نمبر

(حضرت ڈاکٹر فدامحمد صاحب دامت برکاتہم)

حضرت مولانا طفیل صاحب کوہاٹی سے بندہ بہت خوش ہے کہ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے ذریعے اشاعتِ دین کا کام کررہے ہیں۔قلم کے ذریعے کام بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے پختہ علمی استعداداور اردوزبان یا جس زبان میں بھی کام کرنا ہواس پر مکمل عبور کی ضرورت ہوتی ہے۔بولنا تو آسان ہے، جو بول لیا، بول لیا، جبکہ تحریر سب کے سامنے آتی ہے اور ہر کوئی اسے پرکھتا ہے۔

تھوڑے عرصے میں ’’المظاہر‘‘ رسالہ شروع کیا جو پاکستان کے صف اول کے رسالوں میں شمار ہونے لگا۔اب انھوں نے ہمت کرکے اپنے استاد جناب حضرت مولانا محمدامین صاحب اورکزئی شہید کی سوانح مکمل کرلی۔سوانح ایک ایسا موضوع ہے جس کا مطالعہ انسان کی شخصیت پر گہرااثر ڈالتا ہے۔چنانچہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے مریدین کے دلوں کوتقویت حاصل ہوتی ہے۔کسی نے دریافت کیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے۔ فرمایاہاں اللہ جل شانہٗ کاارشاد ہے: وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَانُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ج وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (ترجمہ)اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کوتقویت دیتے ہیں (ایک فائدہ تو یہ ہوا)اوران قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچتا ہے جوخود بھی راست اورواقعی ہےاور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے(اوراچھے کام کرنے کی) یاددہانی ہے۔‘‘ (بیان القرآن)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصوں کی طرح ان کے نائبین صحابہؓ کرام، اولیائے عظام، علمائے کرام اورمجاہدین کے قصے بھی ہیں جو اپنی تاثیر سے دلوں کومتأثراور منورکرتے ہیں۔

سوانح کے چار مضامین، ایک ان کا اپنا لکھا ہوا، ایک حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب مروت کا، ایک اعظم خان صاحب کا اور ایک حضرت اورکزئی صاحب کی اہلیہ مبارکہ کا بندہ کو مطالعہ کے لئے بھیجے۔ بندہ نے چاروں مضامین حرف بحرف پڑھے۔ طفیل صاحب اور عزیز الرحمان صاحب کے مضامین نے آنکھیں جاری کر دیں۔ واقعی دونوں شاگردوں کو اپنے استاد کے ساتھ سچی محبت حاصل ہے اور جذبے میں ڈوب کر حالات لکھے گئے ہیں۔ اعظم خان صاحب کا مضمون تو تکوینی اور مجذوبوں کے متعلق ہے اس لئے پورا حیرت انگیز ہے۔ تکوینی مجاذیب، تشریعی اولیاء اللہ کے پاس آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایسے لوگ آتے تھے اور بندہ ان کا عینی گواہ ہے۔ اور جو مضمون اہلیہ مبارکہ کا ہے اس نے تو تڑپا کر رکھ دیا۔ یہ مضمون صرف ان کا بولا ہوا ہے، لکھا طفیل صاحب نے ہے۔ اگر موصوفہ خود صاحبِ قلم ہوتیں تو دلوں کو چیر کے رکھ دیتیں۔ بندہ نے فوراً طفیل صاحب سے درخواست کی کہ اس مضمون کو رسالہ ''غزالی'' کی زینت بننے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ ان کی اجازت سے ہم نے شائع کیا۔ مضمون کے شائع ہوتے ہی ضربِ مؤمن والوں نے رابطہ کیا کہ اس مضمون کو ہم اپنی اشاعت میں چھاپنا چاہتے ہیں جس کی اجازت دے دی گئی۔

طفیل صاحب کا مضمون حضرت کی اصلاحِ معاشرہ کی سرگرمیوں پر مشتمل ہے۔ مضمون کو پڑھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا کَانُوْا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاء کہ بنی اسرائیل کی سیاست کو ان کے انبیاء علیہم السلام سنبھالا کرتے تھے۔ نبوی سیاست کا فہم یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ کی چاروں محنتوں سے گزرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث کو پڑھانے والے اساتذہ تو کئی ہیں اور تربیت کرنے والے مشائخ بھی ہیں لیکن آگے بڑھ کر معاشرے کے سلگتے ہوئے اور الجھے ہوئے مسائل میں ہاتھ ڈالنا اور ان کو سلجھانا اور فتنہ وفساد کی آگ کو بجھانا اور اس میں کامیاب ہو جانا، یہ وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ نے مذکورہ بالا چار (باقی صفحہ نمبر ۲ پر)

انسان اور خطا

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

انسان کے بارے میں محاورہ مشہور ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اللہ کا شکر ہے، رحمت الٰہی کسی وقت انسان کو دھتکار نہیں رہی۔ بر وقت اس کو دعوت دی جاتی ہے کہ نادم ہو، توبہ تائب ہو، واپس مڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہر وقت قبول کرنے کو تیار ہے۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے گرے مرے عرقِ انفعال کے (علامہ اقبال)

اور

باز آ باز آ ہر آں کہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ (ابو سعید ابو الخیرؒ)

ترجمہ: باز آ، باز آ، جو کوئی بھی ہے باز آ، اگر کافر ہے، آگ کو پوجنے والا ہے، بتوں کو پوجنے والا ہے، باز آ جا۔ میرا یہ دربار نا امیدی کا دربار نہیں ہے۔ اگر سو بار بھی توبہ توڑی ہو پھر بھی باز آ جا۔

آدمی گناہ سے توبہ کر لے تو جب اللہ تعالیٰ نے معاف کر لیا تو انسانوں کو بھی اسے پھر یاد نہیں کرنا چاہیئے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس کے گناہ ہیں ہی نہیں۔

انسان کی کچھ خطائیں ایسی ہوتی ہیں جو صرف اس کی ذات کے لئے نہیں پورے دین کے لئے امتِ مسلمہ کے لئے خطرناک ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک آدمی کے بارے میں ہے کہ وہ شادی کی

خاطر غیر مقلد (اہلِ حدیث) ہو گیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا تو فرمایا: ’’اگر یہ اس بات پر غیر مقلد ہوتا ہے کہ یہ زیادہ حق ہے تو اس کی تو گنجائش تھی لیکن اس نے مفاد کی خاطر عقیدہ قربان کیا۔ ایسے آدمی کا ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے۔‘‘ حکیم نور الدین نے شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ (شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے) جیسی ہستی سے دورۂ حدیث پڑھا۔ رخصت کے وقت شاہ صاحبؒ سے نصیحت اور وصیت کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے فرمایا: ’’خدائی کا دعویٰ نہ کرنا۔‘‘ اس نے خدائی کا دعویٰ تو نہیں کیا لیکن مرزا غلام احمد سے نبوت کا دعویٰ کروا دیا۔

ایسے مفاد پرست لوگ اس زمرے میں نہیں ہوتے کہ مسلمان سے نادانی سے گناہ ہو گیا، نادم ہو جائے اور ثابت ہو جائے کہ واقعی نادانی سے ہوا تو پاک صاف ہو گیا۔ ان لوگوں کی خوب تشہیر کرنی ہوتی ہے اور ان پر کڑی نگرانی رکھنی ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی وقت بھی یہ کوئی خطرناک قدم اٹھا سکتے ہیں۔ ان پر ساری عمر کسی سلسلے میں کسی بات پر بھی اعتبار نہیں کرنا ہوتا۔ اور کوئی اہم ذمہ داری نہیں سونپنی ہوتی کیونکہ ان کی شخصیت میں بنیادی نقص ہوتا ہے۔ یہ نقص (Personality Disorder) انہیں ساری عمر نہیں چھوڑتا۔ اس طرح کے لوگوں سے بعض اوقات ہم ساری عمر دوائیاں استعمال کرواتے ہیں۔ ورنہ خود انہیں اور ان کے خاندان کے لوگوں کو ان سے خطرہ رہتا ہے۔

ایک بہت بڑے مدرسے کے شیخ الحدیث صاحب جو ایک سلسلے کے شیخ طریقت بھی تھے، تبلیغی جماعت میں ایک سال لگائے ہوئے مولوی صاحب کو خلافت دے دی۔ شیخ الحدیث صاحب اس خوش فہمی میں تھے کہ ایک سال میں تو اس کی خوب تربیت ہو چکی ہو گی۔ حالانکہ تحریک کی تربیت ایک سطحی تربیت ہے جس سے آدمی ضروری دین پر آ جاتا ہے۔ چنانچہ تحریک کے بانی حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا پوری طرح احساس تھا کہ چار مہینے یا علما کا نصاب پورا کرنے والوں کو بیعت ہو کر تفصیلی تربیت سے گزر کر صفاتِ ایمانیہ، دیانت امانت، حیاء غیرت، حاصل کر کے اور اس کے بعد اخلاقِ رذیلہ کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا کو توڑ کر ان کی جگہ اخلاقِ فاضلہ، تواضع، اخلاص،

ہمدردی، خیر خواہی حاصل کرنا چاہئیں۔ ورنہ فرض اصلاح میں پوری کمی رہی ہوئی ہوتی ہے۔ خیر، برخوردار خلیفہ صاحب نے کام شروع کر دیا۔ خلیفہ صاحب کے بیان سنیں تو آپ عش عش کر اٹھیں۔ لیکن خلیفہ صاحب کا اس کے ساتھ پلاٹوں کا کاروبار امریکہ تک پھیل گیا۔ بروایت خلیفہ صاحب کے ایک مرید کے خلیفہ صاحب کی بارہ شادیاں ہوگئیں۔ آخر میں پشاور کے ایک کاروباری مرید کی بیٹی کا رشتہ اپنے ایک مرید، مدرسے کے طالبعلم کو دلوا دیا۔ کاروباری صاحب نے اپنے پیسے لگا کر شادی کی۔ داماد کے طالبعلم ہونے کی وجہ سے ان کے رہن سہن کا خرچہ بھی ادا کرتا رہا۔ خلیفہ صاحب کو بھی دو لاکھ روپے قرضہ دے دیا۔ جب قرضہ مانگنے لگے تو خلیفہ صاحب اور داماد دونوں نے آگے سے غنڈہ گردی کی۔ تفصیلات معلوم کرنے پر پتا چلا کہ گھپلا ہے۔ شیخ الحدیث صاحب سے شکایت کی۔ انھوں نے خلیفہ اور اس کے مرید کو بلایا۔ مرید سے لڑکی کو طلاقِ بائن دلوائی اور خلیفہ صاحب سے خلافت واپس لی۔ اس پر خلیفہ صاحب قابو میں نہیں آیا یہاں تک کہ اس کے بارے میں انھوں نے اپنے رسالے میں اشتہار دیا اور فیس بک پر بھی تصویر کے ساتھ اشتہار دیا گیا۔ لیکن اتنی آسانی سے کہاں قابو پایا جا سکتا تھا۔ مجھ سے رابطہ کیا گیا۔ اپنی سی کوشش میں نے بھی کی لیکن ابھی تک اس فتنے کا پورا علاج نہیں ہو سکا۔

(صفحہ نمبر ۳۲ سے آگے) فرمایا ہوا ہے کہ دین کا کام ”مرتے مرتے کرنا ہے، اور کرتے کرتے مرنا ہے“۔

۲۲ ربیع الاول بروز بدھ کو شاہ منصور، صوابی جناب مفتی رضاء الحق صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ حضرت خانقاہ کا افتتاح فرما رہے تھے۔ گلے کی خرابی کے ساتھ بندہ کو شدید نزلہ اور زکام کی تکلیف شروع ہوئی تھی۔ وہاں حضرات نے بندہ کے بیان کا اعلان کر دیا۔ پہلے ختم خواجگان ہوا۔ بندہ نے دعا مانگی کہ یا اللہ حضرات کے اعلان کی لاج رکھ اور ختم مبارک کی برکت سے ہمت نصیب فرما۔ اللہ کا احسان ہوا، بیان ہو گیا۔ اسی دن پشاور سے ہوتے ہوئے کوہاٹ ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب کی خانقاہ میں حاضری ہوئی۔ مغرب تا عشاء سیرت کے موضوع پر ہی تفصیلی بیان ہوا۔

مغلیہ دور کا عجیب واقعہ

(انتخاب: پروفیسر ڈاکٹر محمد طارق صاحب)

جہانگیر کی بیوی نور جہاں شیعہ تھی۔ اس نے ایران خط لکھا کہ ایران کے سب سے بڑے مناظر کو ہندوستان بھیج دو تا کہ مناظرہ میں شیعہ مذہب کی حقانیت بیان کرے اور ساتھ میں تحریر کیا کہ وہ مناظر سیدھا آگرہ نہ آئے بلکہ لاہور سے ہوتا ہوا آئے جہاں علما نہیں ہیں بلکہ صوفیا ہیں، جن کو مات دینا آسان ہے۔ اس طرح شیعہ مناظر کی آگرہ آنے سے پہلے دھاک بیٹھ جائے گی۔ شیعہ مناظر سیدھا میاں میر صاحبؒ کے پاس لاہور پہنچا۔ آپ اشراق کی نماز سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے۔ جیسے ہی وہ دروازے میں سے داخل ہوا آپ نے فرمایا: ''یہ شخص جو آگے آگے آ رہا ہے اس کا دل سیاہ ہے۔''

علیک سلیک کے بعد حضرت نے دریافت فرمایا: کیا کام کرتے ہو؟ شیعہ مناظر بولا کہ میں ایران سے آیا ہوں اور شانِ اہلِ بیت بیان کرتا ہوں۔ میاں میر صاحب نے فرمایا: اہلِ بیت کی شان بیان کرو تا کہ سنی کا ایمان بڑھے۔ شیعہ مناظر بولا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان یہ ہے کہ کوئی گنہگار شخص بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے چالیس میل کے اندر دفن ہو جائے تو وہ بخش دیا جاتا ہے۔ میاں میر صاحب نے یہ سنا تو بار بار فرمایا: ''پھر سنا، پھر سنا'' اور پھر پوچھا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مقام کیسے ملا؟ شیعہ مناظر بولا: ''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو محمد ﷺ کے نواسے تھے اس وجہ سے یہ مقام ملا۔'' میاں میر صاحب نے فرمایا کہ جب نواسے کی یہ شان ہے تو آپ ﷺ کی کیا عظیم شان ہوگی۔ وہ بولا بے شک بڑی شان ہے۔ پھر میاں میر صاحب نے سوال کیا: ''جو آپ ﷺ کے مزار میں ان کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا وہ بخشے نہیں جائیں گے؟'' شیعہ عالم ہکا بکا رہ گیا اور آگرہ آنے کی بجائے واپس ایران چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ جہاں کے صوفی بزرگ ایسا علم رکھتے ہیں تو یہاں کے عالموں کا کیا مقام ہوگا اور یہ وہ سوال کیا گیا ہے جس کا جواب قیامت تک کوئی شیعہ نہ دے پائے گا۔

سلسلے کی پشاور سے باھر سرگرمیاں

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

سلسلے کی پشاور کی مجالس کے علاوہ پورے صوبے میں مجالس منعقد ہوتی ہیں جس کے لئے بندہ کو سفر کر کے وہاں پہنچنا پڑتا ہے۔اس دفعہ ساتھیوں کا خیال ہوا کہ ان مجالس کی روئیداد بھی تحریر میں آنی چاہئے۔اس مہینے اور پچھلے مہینے کئی سفر درپیش ہوئے جن کی مختصر روئیداد پیش خدمت ہے۔

۲۵ صفر ۱۴۳۸ھ بمطابق ۲۷ نومبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار لکی مروت میں حاضری ہوئی۔ یہ حاضری حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کی دعوت پر حضرت مفتی صاحبؒ کے تعزیتی جلسے کی صورت میں ہوئی۔اس سے پہلے ترکی وفد کے استقبالیہ میں تقریر کرنے سے گلا شدید زخمی ہو گیا تھا۔لیکن مفتی صاحب کا تعلق اور ان کے احسانات اتنے زیادہ تھے کہ اسی حال میں ان کے جلسے میں شرکت کی اور تھوڑا سا بیان بھی کیا۔ جلسے سے مولانا منظور مینگل صاحب، مولانا عزیز الرحمان ہزاروی صاحب، عبدالقیوم حقانی صاحب اور پیر عبدالرحیم صاحب نے بھی خطابات کئے۔عوام کی پُرخلوص شرکت، کثیر تعداد اور حضرات علمائے کرام جو اتنے دور دراز سے بیان کرنے کے لئے پہنچے اس بات کی تسلی کا سامان کر رہے تھے کہ جلسہ ان شاء اللہ قبول ہو گیا۔

دوسری حاضری ۵ ربیع الاول بروز اتوار بندہ کے پیر بھائی جناب حضرت مولانا اختیار الملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پوڑہ شریف، ضلع بٹگرام (ہزارہ) میں ان کے تعزیتی جلسے کے سلسلے میں ہوئی۔اجلاس سے جناب پیر عزیز الرحمان ہزاروی صاحب، جناب مولانا قاسم صاحب (صاحبزادہ عبدالقیوم حقانی صاحب)، جناب مولانا عزیز الحسن صاحب (صاحبزادہ مولانا حسن جان صاحبؒ)، جناب محمود الحسن صاحب (شنکیاری) کے خطابات ہوئے۔ حضرت اختیار الملک صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا بلال صاحب کی دستار بندی ہوئی۔حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب نے

حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں مولانا بلال صاحب کو اجازت دی۔ جبکہ بندہ نے مولانا بلال صاحب کو اپنی طرف سے حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں اجازت دی۔ دستار بندی کے بعد مولانا بلال صاحب کا اصلاحی بیان ہوا۔ مولانا قاسم صاحب اور مولانا بلال صاحب کے بیانات سے دل بہت خوش ہوا کہ ہماری نئی نسل ان شاء اللہ بزرگوں کی ذمہ داریوں کو اپنے کندھے پر لے رہی ہے۔ اسی مجلس میں مولانا عزیز الرحمان ہزاروی صاحب نے اپنی طرف سے بندہ کی حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں خلافت کا اعلان فرمایا۔

۱۱ ربیع الاول بروز ہفتہ لکی مروت کے مریدوں کی دعوت پر لکی مروت کا دوبارہ سفر ہوا۔ عشاء سے پہلے وہاں بیان ہوا۔ رات قیام کر کے دوسرے دن صبح کی نماز پڑھتے ہی چودھوان، ڈیرہ اسماعیل خان روانہ ہوئے۔ راستے میں موسیٰ زئی شریف کی خانقاہ میں تھوڑی دیر ٹھہرے۔ حضرات دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ، عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ اور سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضری ہوئی۔ حضرت مولانا شہاب الدین صاحب، جو آجکل خانقاہ کے مقیم ہیں اور مدرسہ چلا رہے ہیں، نے شفقت فرماتے ہوئے قہوہ پلایا اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ چودھوان کی جامع مسجد میں بیان ہوا اور رات کو ڈیرہ اسماعیل خان واپسی ہوئی۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں صبح کی نماز میں قریشی اڈہ کی جامع مسجد میں بیان ہوا اور مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ اس کے بعد واپسی ہوئی۔

۱۹ ربیع الاول بروز اتوار بہبودی، حضرو (ضلع اٹک) کے مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں حاضری ہوئی۔ سیرت پر بندہ نے تفصیلی بیان کیا۔ اگر چہ گلا زخمی تھا لیکن دربارِ رسالت کی خیرات کہ بیان ہو گیا۔ اساتذہ اور طلبا نے بہت زیادہ ذوق وشوق اور محبت کا اظہار فرمایا۔ اسی دن مغرب تا عشاء سلسلے کے ساتھیوں اور ملک اسد صاحب کی دعوت پر مردان میں ملک صاحب کی مسجد میں سیرت کا جلسہ ہوا جس سے مولانا رومان صاحب، ماسٹر عزیز صاحب اور مولانا سجاد الحجابی صاحب کے خطابات ہوئے۔ اللہ کا احسان رہا کہ دکھتے گلے کے ساتھ بندہ کا تفصیلی بیان ہو گیا۔ بزرگوں نے فرمایا ہوا (باقی صفحہ ۲۹ پر)

مجاھدِ ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امیرِ شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ساتھی اور پنجابی زبان کے بے مثل خطیب تھے۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ کی نمایاں خدمات ہیں۔ آپ کی مفصل سوانح ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب نے لکھی ہے۔ چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

تین طبقوں کو ایک ھی نصیحت

ایک دفعہ ایک جلسہ میں دورانِ تقریر فرمایا:

”دیکھو! میں اپنی عمر کے آخری پیٹے میں ہوں، بوڑھا ہو رہا ہوں، شاید جدائی کا وقت قریب ہو، میں تین طبقوں کو ایک ہی درخواست کرنا چاہتا ہوں، شاید آپ اس پر عمل کر کے میری قبر ٹھنڈی کریں۔

۱۔ سرکاری حکام اور اربابِ حل وعقد کو میری وصیت ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے وفادار بن کر رہیں اور کسی عہدہ کی لالچ یا دنیا کی کسی عارضی عزت کے بدلے جناب رسول ﷺ سے بے وفائی کر کے منکرین ختم نبوت کی مدد یا حوصلہ افزائی نہ کریں، ورنہ ان کا حشر وہی ہوگا جو ان سے پہلے ان حکام کا ہو چکا ہے جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا عہدِ وفا توڑا اور دشمنان عقیدہ ختم نبوت کے ہاتھ مضبوط کئے۔

۲۔ علمائے کرام کو خبردار کرتا ہوں کہ ان کی یہ درسگاہیں جو ان کے لئے آرام گاہیں بن چکی ہیں انھیں میسر نہیں رہیں گی۔ جب ایسے حالات آجائیں تو ثابت قدمی سے دین پر خود بھی قائم رہیں اور اشاعت دین بھی کرتے رہیں۔ ایسے حالات میں راستوں میں بیٹھ کر اور درختوں کے سائے میں ڈیرہ ڈال کر اللہ کریم کا دین پڑھاتے اور سکھاتے رہیں۔ آپ کے اسلاف نے ایسا کر کے دکھایا ہے۔ اس کے برعکس ایسے حالات بھی آئیں گے کہ ملازمت یا عہدے کا لالچ دے کر علما کو خدمتِ دین سے باز رکھا جائے گا۔ خدارا! بھوکوں مر جانا مگر اللہ کریم کے دین سے بے وفائی کر کے اس دنیا کی فنا ہونے والی عزت پر نقدِ دین نہ لٹوانا۔ دین سکھاتے دنیا بے شک کھو جائے۔

۳۔ عام لوگوں سے میری درخواست ہے کہ ایک وقت ایسا آسکتا ہے کہ جب عقیدہ ختم نبوت کا نام لینا

جرم بن جائے گا۔ اللہ کرے ایسا نہ ہو لیکن اگر حالات تمہیں ایسے موڑ پر لا کھڑا کریں تو جان دے دینا مگر باوفا نبی ﷺ سے دنیا کی عارضی تکلیف پر بے وفائی نہ کرنا اور اپنے عقیدے پر جمے رہنا، یہاں تک کہ موت تمہیں دنیا کی ان عارضی چیزوں سے بچا کر اللہ کریم کی دائمی نعمتوں والی جنت میں داخل کر دے۔

جلسے میں دیر نہ کیا کریں

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ہی کا واقعہ ہے۔ ضلع سرگودھا کے پہاڑی علاقے میں غیر مسلموں کا ایک آشرم تھا جو قادیانیوں نے الاٹ کرا لیا تھا اور وہاں اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری کر دیں۔ حضرت امیرِ شریعتؒ کو جب علم ہوا تو اس علاقے میں موضع جابہ کے قریب سالانہ کانفرنس منعقد کرنے کا حکم دیا۔ کانفرنس سے چند روز قبل تلہ گنگ کے حاجی محمد ابراہیم (ملک وال) نے خواب دیکھا کہ خود حاجی صاحب اور مولانا فضل احمد صاحب مع دیگر احباب کانفرنس میں شرکت کے لئے اس نئی جگہ میں آئے، جب نیچے پہنچے تو دیکھا کہ اس میدان میں آنحضرت ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور فرما رہے ہیں: ''دیر ہو رہی ہے جلسہ جلدی شروع کرو، محمد علی جالندھری کو کہو کہ جلسے میں دیر نہ کیا کرے۔'' (روئیداد مجلس، صفحہ ۸۳)

حیات عیسیٰ علیہ السلام بیان کرنے کا فیصلہ

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ خود سنایا کرتے تھے کہ: ''تقسیم سے قبل میں ایک گاؤں میں وعظ کے ارادے سے گیا، وہاں مرزائیوں (قادیانیوں) کا رسوخ تھا، انھوں نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ مولوی صاحب وعظ نہ کریں تو مسلمانوں نے مجھے روک دیا۔ میں عشا کی نماز پڑھ کر سو گیا، میرے دل و دماغ پر صدمے کے اثرات تھے کہ مسلمانوں کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ یہ قادیانیوں سے اتنے مرعوب ہیں۔ رات کو خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ میں انہیں خواب میں دیکھتے ہی حدیثوں کے مطابق ان کی علامتوں اور نشانیوں کو دیکھنے لگا۔ چہرہ مہرہ، شکل شباہت، وضع قطع، سر کے بالوں سے پانی کا ٹپکنا کہ جس طرح حمام سے نہا کر تشریف لائے ہوں، جب میں نے احادیث میں پڑھی ہوئی علامتوں کو پورا کر کے یقین کر لیا کہ واقعتاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو میں نے عرض کیا: ''حضرت آپ کیسے اس دنیا میں آ گئے؟ ابھی تو حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور نہیں ہوا، (باقی صفحہ ۱۶ پر)